تصریحات

مولانا ابو محمد عبد السلام کیلانی

مسلمانوں کی پستی اور اس کا علاج

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی سچی اور آخری کتاب ہے۔ اس سے پہلے جس قدر بھی کتابیں نازل ہوئیں وہ سب تبدیل ہو چکی ہیں۔ ان میں سے اکثر کا تو آج ذکر بھی نہیں ملتا۔

قرآن مجید خود اطلاع دیتا ہے:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ"

"تحقیق ہم نے ہی قرآن پاک اتارا اور تحقیق ہم ہی اس کے محافظ ہیں"

اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں۔ اس نے حفاظت کا ذمہ اٹھایا تو پورا فرمایا۔ اسی بنا پر ہی تو دنیا بھر کے دانشور مسلمان، غیر مسلم سب کا اعتراف ہے کہ قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح کہ ایک ہزار چار صد برس پہلے تھا۔ اگر حوالے درکار ہوں تو قرآن کے لفظ پر انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا اور" محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں" اور ایسی ہی کئی ایک کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید ہی میں ہے:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا" (النور۔ ۵۵)

کہ" اللہ تعالیٰ نے تم میں ان لوگوں سے، جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وعدہ فرمایا ہے کہ یقیناً ضرور بر ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور بر ضرور عروج دے گا جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا اور ان

کے خوف کے بعد ان کو امن میں تبدیل کر دے گا۔"

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے، آج مسلمان ہر جگہ ذلیل وخوار ہے —— خود پاکستان جوکہ ایک نظریاتی مملکت ہے —— اس میں بھی اسلام پر عمل کرنے والے وہی کمزور اور بے وقعت لوگ ہیں۔ اور دوسرے ملکوں میں ماسوائے چند گنتی کے ملکوں میں سب میں تقریباً یہی حالت ہے۔ اپنے پڑوس میں انڈیا ہی کو لیجیے۔ آئے دن مسلمان ذبح کیے جا رہے ہیں ان کی عورتیں اغوا ہو رہی ہیں۔ ان کی املاک تباہ کی جا رہی ہیں۔

افغانی مسلمانوں کو، قرآن بلکہ ہر الہامی کتاب کے نازل کرنے والے خود ربّ کائنات کے منکر اور باغی دہریے نیست ونابود کر رہے ہیں۔ ان کی املاک، ان کے ملک اور ان کی عزت و آبرو سے کھیل رہے ہیں۔ فلسطینی مسلمان عوام کو بے آسرا اور بے وطن ہوئے عرصہ گزر چکا ہے۔ دوسری کے بعد تیسری نسل تک ابھی تک بربادی کا شکار اور یہودی بربریت اور مظالم سہ رہی ہے جن کے متعلق قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ:

"تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى"

کہ "تو انہیں اکٹھا سمجھتا ہے حالانکہ ان کے دل مختلف ہیں"

فلسطینیوں کو ہی نہیں کہ وہ تو ان کے ہاتھوں دنیا بھر میں، ملک ملک میں پریشان حال پھر ہی رہے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ تمام عرب مل کر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتے کہ مسلمانوں کا قبلۂ اول ان کے ہاتھ سے واگزار کر سکیں۔ جس پر آئے دن وحشیانہ بمباری اور اس کے نمازیوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس کا تقدس پامال اور بنیادیں کھوکھلی کی جا رہی ہیں۔ مقدسات کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔

کشمیری مسلمان بھی آزادی کی نعمت سے محروم ہے۔ ہندو نے انہیں غلام بنا رکھا ہے۔ ان کے علاقے پر غاصبانہ قبضہ ہے۔

قبرص، چاڈ، فلپائن، ارٹیریا، جنوبی افریقہ اور مشرقی افریقہ میں یوگنڈا بالخصوص ترکستان جوکہ نقشۂ روس میں شامل ہے۔ ہر جگہ نہ ان کی جانیں محفوظ ہیں نہ عزت نہ آبرو، نہ مال نہ اولاد، نہ ہی انہیں دین کی آزادی نہ دینی تعلیم کی سہولتیں اور نہ دنیاوی تعلیم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ اور اگر کبھی کبھار کوئی اعلیٰ تعلیم حاصل کر بھی لے تو ان پر حکومتی اداروں

کے دروازے بند، قرآن مجید تو انہیں دینی فکری آزادی کی ضمانت کے ساتھ ساتھ زمامِ حکومت دینے کا وعدہ کرتا ہے لیکن اس وقت دیکھو تو کچھ بھی نظر نہیں آتا بلکہ تمام صورتِ حال اس کے مخالف اور برعکس ہی ہے ـــــ آخر کیوں؟

اصل بات یہ ہے کہ مسلمان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا اور بات ہے اور مسلمان ہونا اور بات ہے ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ اگر مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا تو ہم لوہے کی لٹھ ایسے مسلمان ہو گئے کہ اس کے بعد عملی طور پر اسلام سے مکمل بغاوت ہی کیوں نہ کر لی جائے پھر بھی مسلمان ہی رہیں گے۔

اعجاز اور معجزات کے وجود سے بعض لوگ انکار بھی کر دیں پھر بھی سب لوگ یا اکثر، لفظ اسلام کے اظہار میں ہی اس قدر اعجاز اور معجزوں کی امید لگا لیتے ہیں کہ خود خداوند تعالیٰ کی مخالفت ہو، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل سے جنگ رہے۔ کتاب وسنّت سے نفرت بھی رہے تو بھی مسلمان ہی رہے۔

ایسے شخص کو اس کے کفر سے آگاہ کرنے والا تو کافر ہو سکتا ہے لیکن یہ خود ہر صورت میں مسلمان ہی رہے گا؟ ـــــ ایں چہ بوالعجبی است!

اسلام کے عقائد میں دو ہی بنیادی چیزیں ہیں اور پندرھویں صدی کے مسلمان نے تو عملی طور پر ان دونوں سے بغاوت کر رکھی ہے۔ ایک ہے مسئلہ توحید اور دوسری چیز ہے مقامِ رسالت۔

مسئلہ توحید ہی وہ عظیم الشان مسئلہ ہے جس کی توضیح و تشریح رُسُل اللہ (خداوندِ قدوس کے رسولوں) کے نزدیک بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔ صلّی اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہم وسلّم تسلیمًا کثیرًا۔

لیکن آج توحیدِ ابراہیمی کے علمبردار، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اور پیروکار ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ

؎ اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے　جو کچھ لینا ہے وہ لے لیں گے محمدؐ سے

طواف گاہِ اسلام میں، قرونِ اولیٰ میں، سلف صالحین میں خانہ کعبہ ہی معروف تھا لیکن آج کئی اور بھی طواف گاہیں موجود ہیں۔

عبادت کے لیے مسجدوں کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا لیکن آج مسجدیں تو تقریباً بے آباد، ان کی جگہ مزار اور آستانے آباد ہو گئے۔ یعنی مسجدوں میں اتنی رونق نہیں ہوتی جس قدر یہ رونق مزاروں اور قبروں پر ہوتی ہے۔

اگر بالفرض کوئی آدمی صرف خدا سے ہی مانگنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی بھی خواہش یہی ہوتی ہے کہ فلاں ولی اللہ کی قبر پہ جا مانگیں۔ مسجدوں میں سجدہ ریزی کا منظر، نیم شب میں خدا سے التجائیں، نمازوں میں گریہ زاری اور دعائیں اللہ تعالیٰ سے براہ راست التجائیں یہ سب یا تو محدود ہو کر رہ گئی ہیں یا پھر ان کا وجود ہی عنقا ہو چکا ہے۔

اور ان لوگوں کی جہالت کا کیا کہنا جو کہ خدا سے مانگنے کی بجائے براہِ راست، قبروں، مزاروں اور آستانوں سے مانگنے لگ جاتے ہیں۔

ان ہی سے وہ اپنی بگڑیاں بنواتے، رزق مانگتے، اولاد طلب کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پہلے لوگ پتھروں کے بت تراش کر انہیں اپنا مسجود و معبود بنا لیتے تھے — یعنی ؎

مرے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کے صنم
آج بت کدوں میں بن کے خدا بیٹھے ہیں

وہ لوگ پتھروں کے بتوں کو پوجتے تھے ان کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے ذمہ دار بنانے تھے لیکن آج بعض لوگ یہاں تک جہالت اور نادانی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہر بزرگ، ولی اور صحابی کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایتِ کاملہ نصیب فرمائے آمین۔

حالانکہ پیغمبروں نے پہلی قسم کے لوگوں کو پتھروں سے آزاد کیا تھا تو انہیں انسانوں، جنوں اور ملائکہ کا غلام نہیں بنا دیا تھا بلکہ انہیں صرف خدا کی غلامی، اسی کی عبادت کے لیے کہا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہ عبادت اور حاجت برآری کے لائق سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں!

دوسرا بنیادی عقیدہ مقامِ رسالت ہے۔

معلمِ کائنات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ مجید کی توضیح و تفسیر میں گاہے بگاہے جو ہدایات پیش فرمائیں خواہ وہ قولی ہیں یا فعلی اور تقریری، انہیں بہت کم لوگ صحیح مقام دیتے ہیں ــــ بعض لوگ تو سرے سے مانتے ہی نہیں کہ قرآنِ مجید کے علاوہ مقامِ رسالت کو بھی کوئی اہمیت حاصل ہے اور یہ کہ وہ شرع محمدی کا ایک مؤثر اور بے بدل ماخذِ ثانی ہے، بلکہ واشگاف الفاظ میں یہ کہہ دینے میں بے باک محسوس نہیں کرتے کہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی حیثیت مرکزِ ملت کی وقتی تفسیر سے زیادہ نہیں۔ جب وہ بدل گیا تو اس کی جگہ پر جو بھی مرکزِ ملت بنے گا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکز ملت تھے۔ جب وہ وفات پا گئے تو ان کی جگہ خلفاء نے باری باری سنبھال لی) اس کا کلام بھی قرآن مجید ہی ہوگا۔ اور اس کو بھی ایک شرعی حمایت حاصل ہوگی۔ بس شرط یہ ہے کہ (صرف باعتبار لغت) قرآن مجید کے الفاظ اس کے متحمل ہو سکیں۔

اس طرح انہوں نے ہر دور کے حاکم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدل بنا دیا تو اپنے حاکم کی حمایت حاصل کر لی جو انہیں تو انعام و اکرام سے نوازتے ہی رہیں گے۔ خواہ اسلام کا کچھ رہے یا نہ رہے۔

بعض لوگوں نے مقامِ رسالت کو قبول کر لیا لیکن عشق و محبت کی تان میں ایسے الجھ گئے کہ مقامِ ربوبیت اور مقامِ رسالت کے حدود ان کی نظروں میں گڈمڈ ہو گئے ان کو اَحد میں احمد اور احمد میں احد نظر آنے لگا اور اس طرح اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کی گواہی دینے کے باوجود مقامِ عبودیت کو بھول گئے۔ حالانکہ قرآن مجید نے فرمایا ہے:

”مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ“

کسی بشر کو یہ لائق ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکم اور نبوت سے سرفراز فرمائیں تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن یہ کہے گا کہ ہو جاؤ تم رب کے بندے جیسے تم کتاب سکھاتے تھے اور جیسے تم پڑھتے تھے۔“

بعض لوگوں نے مقام رسالت کو قبول تو کرلیا لیکن اتباع کرنے سے پہلے اس چیز کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں ہمارے فلاں امام کا قول اس کے مطابق ہے یا مخالف؟ اگر مطابق ہے تو قبول کریں جائے اور اگر اس سے متصادم ہو تو قول کی تاویل کرنے کے بجائے حدیث کی تاویل شروع کر دی۔ خواہ حدیث کے ظاہر پر بیسیوں امام فتویٰ بھی دیتے ہوں تو بھی واجب العمل نہیں جب تک کہ ان کے اپنے امام کا فتویٰ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائے ضرورت پڑے تو کبھی کلام اللہ سے متعارض کہہ کر جان چھڑائی جاتی ہے۔ کبھی منسوخ کہہ دیا جاتا ہے جس کی کوئی تاریخی دلیل تو نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اصرار یہی ہوتا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔

اس طرح "محمد رسول اللہ" کہنے کے باوجود مقام رسالت سے حقیقی آشنائی حاصل نہیں کی جاتی۔

پس جب دونوں بنیادی عقائد پر ہی اتنی رخنہ اندازی پیدا کر دی جائے تو بغاوت اور کس کو کہتے ہیں؟ یہی تو اسلام سے روگردانی اور جنگ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ:

"اول الذکر مقامِ توحید میں رخنہ اندازی تو عوام کی حد تک ہے کون عالم ان کو کہتا ہے کہ قبروں پر جا کر التجائیں کرو، ان کو سجدہ کرو، ان کا طواف کرو بلکہ لاہور کا مشہور ترین "دربار" اس پر لکھا ہے کہ:

"سجدہ تعظیمی حرام ہے۔"

ہجوم کی بات آپ کرتے ہیں تو یہ تاریخی دنوں میں ایسا ہوتا ہے۔ ہر وقت تو ایسا نہیں ہوتا۔

دعا کی بات کرتے ہیں تو خود قرآن مجید کہتا ہے:

"وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ"

"وسیلہ تلاش کرو۔"

پس یہ لوگ تو وسیلہ کی تلاش میں مزاروں پر آجاتے ہیں۔

رہے دوسرے عقیدہ میں رخنہ انداز لوگ تو یہ درحقیقت برطانوی سامراج کے ایجنٹوں مثلاً سرسید احمد خاں کے شاگردوں کی ایک کڑی ہے جنہیں حکومت برطانیہ نے علماء سے برگشتہ اور متنفر کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ اگرچہ اس کے جراثیم مدرسوں،

سکولوں اور کالجوں میں پھیل چکے ہیں کہ علماء سے نفرت پیدا کی جاتی ہے لیکن مقام حدیث کے بارے میں ان کا مؤقف نہ تو عوام نے قبول کیا اور نہ ہی علماء نے۔"

جہاں تک تاویلات کا گورکھ دھندا ہے تو یہ دراصل لوگوں کو الحاد سے دور رکھنے کا ذریعہ ہے کہ آزادی فکر انسان کو حقائق سے بہت دور لے جاتی ہے تو اس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

ع دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اب نمبر وار اختصار سے ان توجیہات کے متعلق ذکر کرتا ہوں:

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

"میں تو صرف اور صرف اصلاح کا خواہاں ہوں جس قدر بھی ممکن ہو، میری توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے۔ اسی پر میرا توکل ہے اور اسی طرف میرا رجوع ہے۔"

قبروں کے بارے میں علماء کو جو مؤقف اختیار کرنا چاہیئے تھا اس سے ان کی اکثریت غافل ہے۔

انہیں جب یہ پتہ چل گیا تھا کہ بعض جاہل لوگ وہاں غیر شرعی کاموں میں پڑ جاتے اور شرک تک کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو بہتر تھا کہ وہ عوام کو قبروں پر جانے سے منع کر دیتے۔ خاص طور پر عورتوں کو کہ وہ جلد ہی ان باتوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لعن الله زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم)

"خداوند تعالیٰ قبر کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے اور ان لوگوں پر بھی جو ان پر مسجدیں بناتے اور دیے روشن کرتے ہیں۔"

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

"لعن الله زوارات القبور" (احمد۔ ابن ماجہ۔ حاکم)

"اللہ تعالیٰ باربار قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے۔"

یہ حدیث مذکورہ کتابوں میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت سے اور مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور امام سیوطی نے ان تمام حدیثوں کو صحیح کہا ہے۔

ان علماء کو کیا خداوند تعالیٰ کا یہ حکم یاد نہیں رہا۔

"لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔"

"ربانی لوگ اور علماء انہیں قول اثم اور اکل حرام سے اگر نہ روکتے تو بڑا برا کرتے"۔

جب غلط بات اور اکل حرام سے نہ روکنے پر یہ وعید ہے تو جن کاموں پر اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لعنت فرمائی ہے ان سے کیوں نہ روکا جائے گا؟

بعض لوگ یہاں وہم ڈالتے ہیں کہ یہ ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔ دلیل اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

"كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها فانها ترق القلب وتدمع العين وتذكر الآخرة ولا تقولوا هجرا۔"

(حاکم عن انس رضی اللہ عنہ)

کہ "میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ خبردار! ان کی زیارت کرو کیونکہ یہ دلوں کو نرم کرتی ہیں، آنکھوں کو رلاتی ہیں، آخرت کو یاد کرواتی ہیں اور فضول بکواس سے پرہیز کرو"۔

لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل اور سقیم ہے۔

کیونکہ اس حدیث میں مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، جب کہ پہلی حدیثوں میں عورتوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

"بار بار زیارت کرنے والی عورتیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ!"

پہلے مردوں کو بھی منع تھا جیسا کہ اس حدیث میں مردوں کو کہا گیا۔ بعد میں مردوں کو اجازت دے دی لیکن شرط لگا دی کہ غیر شرعی بات نہ ہونے پائے اور عورتوں کے لئے ممانعت اسی

طرح رہنے دی گئی۔ جو بار بار مزاروں کا چکر لگاتی ہیں۔ ان پر خدا کی لعنت ہے۔

اور عوام میں جہاں اکثریت ان پڑھ ہوتی ہے وہاں زبان سے نہ روکا جائے، اس امید پر کہ لوگ پڑھ لیں گے کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ اس کا کس حد تک فائدہ ہوگا اور کس حد تک یہ علماء بری الذمہ ہوں گے ؟

تاریخی دلوں میں ہجوم کو جائز کس نے کہا تھا کہ اس اہتمام سے مساجد کی بجائے قبروں کی طرف عوام کی قیادت کی جائے۔ قبروں پر چادریں چڑھائی جائیں، پھولوں کے ہار پہنائے جائیں ؟

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے بھی عرس منائے جاتے ہیں یا پہلے اماموں میں سے کسی نے منایا تو غیر نبی ہی کا عرس کیوں ضروری ہوگیا؟

پھر ان عرسوں اور میلوں میں غیر شرعی کام اس قدر ہوتے ہیں کہ خود انتظامیہ بھی عاجز آجاتی ہے۔

اور کیا یہ قیادت اور قبروں کو سال بہ سال رونق دینا خود ہمارے پیغمبر اسلام بھی کرتے تھے وہ اگر کبھی جنت البقیع میں دعا کرنے کے لئے خدا کے حکم سے گئے بھی تو اس وقت جبکہ ساری دنیا سو چکی ہوتی تھی خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے جانا گوارا نہ فرمایا۔ چہ جائیکہ کسی دوسرے صحابی کو ساتھ لے جاتے یا انتظار کرتے۔

لیکن یہاں قبروں، میلوں، عرسوں میں صرف شمولیت ہی نہیں کی جاتی، پھولوں کی چادریں ہی نہیں چڑھائی جاتیں بلکہ جھنڈے گاڑے جاتے ہیں۔ لوگوں کو اہتمام کے ساتھ بلایا جاتا ہے اور رسم افتتاح یا چادر چڑھانے کو اعزاز سمجھا جاتا ہے۔

اور پھر افسوس بھی تو اسی بات کا ہے کہ علماء نے لوگوں کو یہ باور کیوں نہیں کروا دیا کہ بیقرار لوگوں کے مسائل قبروں اور آستانوں پر حل نہیں ہو سکتے بلکہ یہ مقام تو خود مسائل کا مجموعہ ہیں اور مسائل کا حل تو صرف اللہ کی یاد میں ہے۔ سورۂ نحل میں ہے:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ"

کہ "بے قرار کی بات کون قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور کون مصیبت اور تکلیف کو دور کرتا ہے؟"

اسی طرح سورۂ رعد میں ہے:

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔
"(خدا کے ہی ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں"
تو خدا کے سوا جب کوئی تکلیف نہیں ٹال سکتا اور اس کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں نیز:

"فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔" (النور)
اسے گھر جنہیں بلند کرنے اور ذکر الہٰی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اذن دے رکھا ہے (وہ خدا کی مسجدیں ہی تو ہیں)۔"

تو بے قراروں کی بیقراری کا علاج تو صرف مساجد میں ہوتا ہے نہ کہ قبروں اور آستانوں پر!
جہاں تک "وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" کا تعلق ہے اس کے بعد وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ کو نظر انداز کیوں کر دیا جاتا ہے کہ اس کے رستے میں جہاد کرو۔ یہی وسیلہ کا معنی ہے۔

کہ وسیلہ بالاعمال
نہ کہ وسیلہ بالذوات
اعمال کا وسیلہ مشروع ہے۔ شخصیات کا وسیلہ مشروع نہیں۔

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعائے استسقاء میں حضرت عباسؓ سے وسیلہ بنایا تو ان کی دعا کو وسیلہ بنایا نہ کہ ان کی ذات کو۔
اور وہ بھی اس حالت میں کہ وہ زندہ تھے
مسجد نبوی میں بیٹھ کر، صحابہ کی موجودگی میں زندہ شخص کی دعا کا وسیلہ پکڑا۔ قبر نبوی پر جا کر وسیلہ کی طلب اور فریاد نہ کی۔ تو جب قرون اولیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر وسیلہ کا مطالبہ نہ کیا گیا تو دوسرے اولیاء اللہ کی قبروں کو وسیلہ کیوں بنایا جائے۔

یہ درست ہے کہ الحاد کے فتنے کو دبانے کے لئے آزادی فکر کی مطلق العنانیت درست نہیں لیکن کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو اس دعویٰ پر معطل کر دینا جائز ہے کہ ہمارے امام نے اسے قبول نہیں کیا۔ جبکہ دوسرے کئی امام اس کے حق میں فتویٰ دیتے ہیں اور اس حدیث کو صحیح اور قابل حجت تسلیم کرتے ہیں۔
ہو سکتا ہے کہ ایک امام اس حدیث سے غافل ہو جبکہ دوسرا امام اس حدیث کو جانتا ہو اور آزادی فکر کے اطلاق کو مقید کرنے کے لئے اگر یہی شرط لگا دی جائے کہ

قدیم زیربحث مسائل میں نئی رائے پیدا کرنا الحاد ہے اور ان میں قرونِ اولیٰ اور سلف صالحین سے اختلاف نہ کیا جائے تو کیا یہ قدغن الحاد کو روک نہیں سکتی؟

یہی معنیٰ ہے سلفی کا کہ وہ سلف سے باہر نہیں جاتا البتہ تقلید شخصی کا سہارا لے کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تاویلات کا نشانہ بنانا یا معطل کرنا درست نہیں ہے۔

باقی رہا منکرین سنت وحدیث کے بارے میں اظہار براءت تو اس اظہار سے ماقبل ذرا حکومتوں کا رویہ تو دیکھئے۔

کیا یہی لوگ آئے دن احکام شریعت، خواہ ان کی بنیاد قرآن ہو، سنت ہو یا جماع امت ہو کیا ان کو بلا امتیاز عدالتوں میں زیربحث بنا کر لوگوں کو اسلام کی اصلی شکل اور اسلام کے موروثی فکر سے برگشتہ نہیں کر رہے؟

یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جو کہ پڑھے لکھے اور علمائے وقت کہلاتے ہیں جو کہ جاننے کے باوجود صرف غفلت کا ہی شکار نہیں ہیں۔ بلکہ اسی علم سے بغاوت تک کر رہے ہیں جس علم کے حساب پر وہ کھاتے پیتے اور لوگوں سے داد تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

باقی رہا عوام کا مسئلہ تو ان کی مثال " نہ نیتی نہ قضا کیتی " کی ہے۔

اگرچہ وہ عام طور پر احترام بھی اگر کسی چیز کا سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ تو وہ قرآن مجید ہے لیکن ان کے احترام کا مقصد صرف مقدمہ بازی میں قسمیں کھانے تک محصور ہے کہ وہ فریق ثانی کو بڑی آسانی سے دھوکے میں ڈال سکتے ہیں۔

بیماریوں کا موقع ہو تو گلے میں تعویز بنا لیا جائے۔ رکابیوں پر لکھ کر پانی میں گھول کر پلا یا جائے۔ سایہ کی شکل ہو تو پڑھ پڑھ کر۔ وہ بھی کسی دوسرے کو بلا کر پھونکا جائے تاکہ جنات وغیرہ کے بھگانے میں کام آسکے۔

کوئی سی بھی مجلس ہو تو قرآن مجید پڑھ پڑھ کر شاید رام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے شاید عمداً ناراض کرنے کی کیونکہ اس کے بعد جتنے پروگرام ہوتے ہیں وہ سب کے سب قرآن کے خلاف ہوتے ہیں اور ان میں اس کی عمداً بغاوت مقصود ہوتی ہے۔

کبھی سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ کبھی راہ حیات، راہ نجات اور رہنما سمجھ کر قرآن سے رستہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

رستہ تو لوگ اس گاؤں کا پوچھتے ہیں جس گاؤں کو جانا ہو۔ جب انہوں نے

یہ تحقیق کرنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ہمارے عقائد کیا ہونا چاہئیں، ہمارے اعمال کیا ہونے چاہئیں ہمارے عادات و اطوار کیسے ہوں؟ ہماری اخلاقی بے راہ روی کا کیا علاج ہے؟ اور یہ پوچھیں تو تب جب انہیں اخلاقی ضابطوں کا علم ہو۔ انہیں یہ معلوم کرنے کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی کہ کسے دوست بنائیں اور کسے دشمن؟ وہ تو کہتے ہیں کہ دوستی اور دشمنی دل کی بات ہے اس پر جبر نہیں ہو سکتا۔ کس قانون کی بالادستی درکار ہے؟

شرعی قانون کی کیا حقیقت ہے اور اس کا کیا مقام ہے؟ ہمارے نکاح شادی کی رسوم کیسی ہونی چاہئیں؟ ہمارے کاروبار اور لین دین میں حلال و حرام کی کیا تمیز ہے؟ مرد کی مردانگی اور عورت کی نسوانیت کن کن فرائض اور ذمہ داریوں کا نام ہے؟ بلکہ یہاں معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔

کسی بھی چیز کو رد کرنے کے لئے یہی جملہ کافی ہوتا ہے کہ یہ فرسودہ باتیں ہیں اور کسی غلط سے غلط چیز کو بھی رواج دینے کے لئے صرف یہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ یہ چیز قرآنی تعلیمات سے ماخوذ اور اسلام کے عین مطابق ہے اور اس پر اسلام کا لیبل لگا دیا جاتا ہے کہا یہ جاتا ہے کہ

> قرآن مجید کا وجود ہی ایسا بابرکت ہے کہ اس کی برکات کی ساری اسلامی دنیا معترف ہے تو پھر یہ پڑھنے اور سمجھنے کی شرط تو صرف ایک شکل استحبابی ہے اگر ہو جائے تو بہتر ورنہ ویسے تو اس کی برکات سے فیضیاب ہوا ہی جا سکتا ہے۔

حالانکہ جب بیمار نے حکیم سے نسخہ لے کر اسے استعمال نہ کیا ہو بلکہ اس کے نسخہ کے کاغذ کو گھوٹ گھوٹ کر پینا شروع کر دیا ہو تو اس کو شفا حاصل ہو جائے گی؟ تو کیا اس سارے جہان میں مسلمانوں نے قرآن مجید پر ہی یہ ظلم کرنا تھا کہ ہر آدمی کی بات پر تو الف سے لے کر ی تک عمل کیا جائے لیکن قرآن مجید کو عمل سے بالکل ہی دور رکھا جائے۔

اگر کسی انسان کو کوئی خط آ جائے تو وہ اس خط کو پڑھنے اور پڑھوانے کے لئے سارے شہر کو ڈھونڈتا پھرتا ہے لیکن کسی مسلمان نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ یہ اس کے خالق کی طرف سے ایک چٹھی ہے۔ جسے پڑھا جائے اور سمجھا جائے۔

کیا کلام حکیم صرف دیکھ ہی لینے سے انسان فی الواقع حکیم بن جاتا ہے جب تک کہ اسے

سمجھنے اور عمل کرنے کی نیت سے نہیں پڑھایا جاتا؟

حقیقت یہ ہے کہ آج کا مسلمان انسانی خواہشات کا شکار اور انسانی مصلحتوں کا پابند ہے۔ اس کے نزدیک حکمرانی وقتی تقاضوں کی ہے۔ رسم و رواج کی ہے۔ تہذیب ثقافت اور فنکاری کی ہے۔ خاندانی پابندیوں اور قومیت پرستی کی ہے۔ قرآن مجید کو کون پوچھتا ہے بلکہ ہر طبقے اور ہر مقام اور ہر قسم کے لوگوں میں قرآن مجید کی بھرپور مخالفت ہوتی ہے الّا ماشاء اللہ۔ الّا مارحم ربک یعنی سوائے چند ایک آدمیوں کے جنہیں خدا نے ہدایت دے رکھی ہے اور ان پر اپنا فضل و کرم کیا ہوا ہے۔ وہ خدائی قانون کے بھی پابند رہتے ہیں لیکن یہ لوگ تھوڑے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ:

کیا مسجدوں، مدرسوں، محرابوں، دروس و قرآن مجید کے حلقوں اور خود نوجوان نسل میں ایسے لوگ نہیں پائے جاتے جو کہ اپنی زندگی کے اکثر اوقات قرآن مجید سننے، دیکھنے، پڑھنے، سمجھنے سمجھانے میں گزار دیتے ہیں کیا اسلام کے علمبردار اس وقت ایشیا کے دور دراز ملکوں، افریقہ کے جنگلات اور صحراؤں، یورپ کے طول و عرض اور امریکہ کی دونوں قسموں اور آسٹریلیا کے برفانی علاقوں میں بھی اسلام کی نشرواشاعت میں مصروف نہیں؟

کیا ایسے آدمی موجود نہیں جو کہ ضرب و شتم کا شکار ہوتے ہیں تو صرف قرآن ہی کی خاطر ــــ ہجرت پر مجبور ہوتے ہیں تو قرآن مجید کے لئے ــــ ان میں سے بعض قتل بھی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے مذہب کی ترویج میں اور مبنی نظریات کی تردید میں! دشمنیاں مول لیتے ہیں تو اس کے مفہوم کو زندہ رکھنے کی خاطر؟

کیا ایسے لوگ موجود نہیں کہ نہ صرف اسلامی فقہ کو خود بھی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں بلکہ خود قرآن مجید اور بیانِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پھیلاتے رہتے ہیں؟

کیا ایسے لوگ موجود نہیں جو کہ صرف فرائض تک ہی نہیں بلکہ نوافل میں راتیں گزار دیتے ہیں، صیام و قیام ان کا قیمتی سرمایہ ہیں؟

حلال وحرام کی حدود کو قائم رکھنے کی خاطر کئی مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں تاکہ امور مشتبہ میں پڑ جانے کی وجہ سے کہیں اکل حرام اور اکل باطل کے لئے بھی جرأت مند نہ ہو جائیں۔

کیا ایسے لوگ موجود نہیں جو دن رات خدائی احکام کو پہنچاتے بھی ہیں اور خود عمل بھی کرتے ہیں۔ ان کی دیرینہ خواہش بھی یہی ہے کہ دنیا میں صرف اور صرف قرآن مجید کی ہی حکمرانی رہے۔ اسی کا نور اور فیض ہر جگہ جلوہ فگن ہو اور باقی تمام تاریکیاں چھٹ جائیں ——— اس کے باوجود یہ ذلت و رسوائی کیوں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

اگر ایسے امور کی سرپرستی انفرادی کوششوں تک محدود نہ رہتی، حکومتی سطح پر ہوتی تو اس کا نتیجہ بھی قومی حکومتی اور سرکاری سطح پر رونما ہوتا۔ اگر عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بن جانے کے بعد اپنے گھر سے اصلاح کرتے ہوئے تمام سرکاری عہدوں کی صفائی نہ کرتے تو کبھی اسلامی انقلاب رونما نہ ہوتا۔ انہوں نے ملوکیت کے ایک آمرانہ دور میں نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا احیا فرمایا اور اس کی باقاعدہ تدوین کا حکم صادر کیا، بلکہ خلفائے راشدین کے فیصلوں کو بھی جمع فرمایا، تاکہ ان کے مطابق فیصلے ہوں۔ اس کے بعد وہ انقلاب لا سکے۔

امام دار الہجرۃؒ نے فرمایا تھا کہ:

"لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا"

اس امت کے آخر کو کبھی کوئی درست نہیں کر سکے گا مگر جس نے اس کے اوّل کی اصلاح کی۔"

اب تم ہی غور کرو　　　　که یہ سب کچھ کس نیت سے ہو رہا ہے؟

ذاتی مفاد کے لئے یا خداوند کریم کی رضا کی خاطر؟

پھر بھی مساجد میں یہ اللہ اللہ کا ذکر کرنا یا مدارس اور جامعات اور اکیڈمیوں میں قال اللہ وقال الرسول کی صدا، حلال وحرام کی تفریق، رشوت ستانی سے بیزاری، عفت وعصمت کی حفاظت، ناموس رسالت کا تحفظ۔ کیا یہ کام سرکاری طور پر ہو رہا ہے؟ عقائد کی افہام و تفہیم اور خوارج ومعتزلہ کے پرانے ملحدانہ نظریات کا مقابلہ۔ انکار حدیث کی سرکوبی، کیا یہ تمام کوششیں جو کہ آندھیوں میں ٹمٹماتے چراغوں کی مثل ہیں کیا یہ کام حکومت کی تائید سے بہرہ مند

ہیں ؟ کیا ان کی پشت بناہی ہو رہی ہے یا کہ ان کی کھچائی ؟

جب تک مسلمان قوم بحیثیت مجموعی یا اکثریت کے لحاظ سے اس ملک پاکستان ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر قرآن مجید کو اپنے لئے مشعل راہ نہیں بنائیں گے۔ وقت کی حکومتیں سرکاری طور پر یہ چیزیں سنجیدگی سے بالفعل نہیں اپنائیں گی۔ اتنی دیر تک اگر مسلمان اسی طرح ذلیل و خوار رہیں تو اس میں قرآن مجید کا کیا قصور ؟ ۔ قرآن مجید نے فرمایا:

"وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

کہ "تم ہی سب سے بلند مرتبہ ہوں گے اگر تم ایماندار ہوئے"

اس کے برعکس یہ بھی فرمایا :

"وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ"

کہ "اگر تم منہ پھیر جاؤ تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا پھر وہ تمہارے مثل نہ ہوں گے"۔

__ قوموں کے عروج و زوال قوموں کی اکثریت کی ذہنیت کی بنا پر ہوتے ہیں سورۃ شعراء میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کے عذاب کی بنیادی وجہ یہی بار بار دہرائی ہے۔

"وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

کہ "ان میں سے اکثر مومن نہیں تھے"۔

جب تک اکثریت نہیں سدھرے گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعاً کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہو گی۔ بہ ظاہر آج کے دور میں اسلامی تحریک کے ہر ملک میں شور و غلغلہ ہے۔ خود پاکستان میں بھی اسلام لانے کی کوشش کی جا رہی ہے بس اگر یہ باتیں حقیقت ہیں تو مسلمان قوم پھر سے ابھر جائے گی لیکن اگر اسلام کے بنیادی عقائد میں رخنہ اندازی قائم رہی۔ احکام شریعت، جو کہ قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہیں ان میں قیل و قال کسی سطح پر جاری رہی تو یہ سب کچھ بے سود رہے گا۔ ____ وما علینا الا البلاغ المبین۔